



وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ



اور نہیں پیدا کیا میں نے جن و انس کو مگر محض اس غرض سے کہ میری عبادت کریں۔

تفسیر ابن کثیر

علامہ عبدالدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جونا گڑھی

الدَّارِيَاتِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورہ زاریات کی ابتدائی آیات کی تشریح:

وَالدَّارِيَاتِ ذَرُوا (۱)

تم بے بکھیر نے والیوں کی اڑا کر۔

خلیفہ اسلامیں حضرت علیؓ کوفہ کے منبر پر چڑھ کر ایک مرتبہ فرمائے گئے کہ قرآن کریم کی جس آیت کی بابت اور جس سنت رسولؐ کی بابت تم سوال کرنا چاہتے ہو کرلو۔ اس پر ابن القوام نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ **داریات** سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا۔

فالحَامِلَاتِ وَفَرَا (٢)

پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو

پوچھا حاملات سے؟

فرمایا ابیر۔

حاملات سے مراد ابیر ہونے کا محاورہ اس شعر سے بھی پایا جاتا ہے:

وَ اسْلَمْتَ نَفْسِي لِمَنْ اسْلَمْتَ لَهُ الْمَزْنَ تَحْمِلْ عَذَابَ زَلَالٍ

میں اپنے تسلیں اس رب تعالیٰ کا تابع فرمان کرتا ہوں جس کے تابع فرمان وہ بادل یعنی جو صاف شفاف میٹھے اور بلکہ پرانی کو اخلاق لے جاتے ہیں۔

فالجَارِيَاتِ يُسْرَا (٣)

پھر چلنے والیاں نرمی سے۔

کہا جاریات سے؟

فرمایا کشتیاں۔

جاریات سے مراد بعض نے ستارے لئے ہیں جو آسمان پر چلتے پھرتے رہتے ہیں۔

فالْمُقْسَمَاتِ أَمْرًا (٤)

پھر کام کو تقسیم کرنے والیاں۔

کہا مقسمات سے؟

فرمایا فرشتے۔

یہ معنی یہ نہیں میں ادنی سے اعلیٰ کی ترقی ہوگی۔ اولًا ہوا، پھر بادل، پھر ستارے، پھر فرشتے، جو بھی اللہ کا حکم لے کر اترتے ہیں، کبھی کوئی سپرد کردہ کام بجالانے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لِصَادِقٌ (٥)

یقین مانو کتم سے جو وعدے کئے جاتے ہیں سب صحیح ہیں۔

وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ (٦)

اور بے شک انصاف ہونے والا ہے۔

چونکہ یہ سب قسمیں اس بات پر ہیں کہ قیامت ضروری ہے اور لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس لئے ان کے بعد ہی فرمایا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ صحیح ہے اور حساب کتاب جزا اضرور واقع ہونے والی ہے۔

وَالسَّمَاءُ ذَاتُ الْحُبُكِ (٧)

قُلْ هَذِهِ رَاهُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَيْ-

پھر آسمان کی قُلْ کھاتی جو خوبصورتی روائق حسن اور برابری والا ہے۔

بہت سے ملک نے سبھی معنی حبک کے بیان کئے ہیں۔

حضرت صحابہ فرماتے ہیں کہ پائی کی موجودی اور ریت کے ذریعے اور کھنڈوں کے پتے ہوا کے زور سے جب اہراتے ہیں اور پر شکن اہر سینے دار ہو جاتے ہیں اور کویا ان میں راستے پڑ جاتے ہیں اسی کو حبک کہتے ہیں۔

ابن جریگی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ فرماتے ہیں:

تمہارے پیچے کذا بہکانے والا ہے اس کے سر کے بال پیچے کی طرف سے حبک حبک یعنی گھونگروالے ہیں۔

ابوصاح فرماتے ہیں حبک سے مراد شدت والا۔

نصیف کہتے ہیں مراد خوش منظر ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں اسکی خوبصورتی اسکے ستارے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں اس سے مراد ساقوں آسمان ہے۔

ان تمام اقوال کا ماحصل ایک ہی ہے یعنی حسن و روائق والا آسمان اس کی بلندی اس کی صفائی اس کی پاکیزگی اس کی بناوٹ کی عمدگی اس کی مشبوطی اسکی چورائی اور کشاورگی اس کا ستاروں سے جگہ گانا جن میں سے بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں۔

اور بعض تھیرے ہوئے ہیں ان کا سورج اور چاند جیسے سیاروں سے مزین ہونا یہ سب اسکی خوبصورتی اور عمدگی کی جیزیں ہیں۔

إِنَّمَا لِفِي قُوْلِ مُخْتَلِفٍ (٨)

يَقِيْنًا تَمُّ مُخْتَلِفُ بَاتَيْنَ مِنْ ۝

الله تعالیٰ فرماتا ہے اے مشرکو تم اپنے اقوال میں مختلف اور مضطرب ہو تو تم کسی صحیح نتیجے پر اب تک خود اپنے طور پر کبھی نہیں پہنچے ہو کسی رائے پر تمہارا اجتماع عنیں۔

حضرت قیادہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض تو قرآن کو صحیح جانتے تھے بعض اسکی تکذیب کرتے تھے۔

يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أَفَاكَ (٩)

أَسَ سَهِيْ بِإِزْرَكَهَا جَاتِيْهِ بِجَوْهِهِنَّ دِيَأَيْ كَيْهَا ہو.

الله تعالیٰ فرماتا ہے یہ حالت اسی کی ہوتی ہے جو خود گمراہ ہو وہ اپنے ایسے باطل اقوال کی وجہ سے بہک اور بھک جاتا ہے۔

صحیح سمجھا اور چاہل اس سے فوت ہو جاتا ہے جیسے اور آیت میں ہے:

فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ - مَا أَنْثُمْ عَلَيْهِ بِفَتَنِينَ -

إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ (161:37-163)

تم لوگ مع اپنے معبودان باطل کے بھروسہ کی لوگوں کے اور کو بہکا نہیں سکتے۔

حضرت ابن عباسؓ اور سدیؓ فرماتے ہیں اس سے گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود بہکا ہوا ہو۔

حضرت مجاهدؓ فرماتے ہیں اس سے دور وہی ہوتا ہے جو بھلا نبیوں سے دور دال دیا گیا ہے۔

حضرت امام حسن بصریؓ فرماتے ہیں قرآن سے وہی بتتا ہے جو اسے پہلے ہی سے جملانے پر کمرکس لی۔

قتلُ الْخَرَاصُونَ (۱۰)

بِسَندِ بَاتِئِينَ بَنَانِي وَالْغَارِتِ كَرِيئِي گَنِي

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے سند باتیں کہنے والے ہلاک ہوں۔

یعنی جھوٹی باتیں بانے والے جنہیں یقین رکھا جو کہتے تھے کہ ہم اخھائے نہیں جائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی شک کرنے والے ملعون ہیں۔

حضرت معاذؓ بھی اپنے خطبے میں یہی فرماتے تھے یہ دھوکے والے اور بدگمان لوگ ہیں۔

الَّذِينَ هُمْ فِي عَمْرَةِ سَاهُونَ (۱۱)

جُو غُلَمٌتِ مِنْ ہِیں اور بھوَلِ ہوَنَے ہِیں۔

يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ (۱۲)

پُوچھتے ہیں کہ یوم جزا کب ہو گا؟

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگ اپنے کفر و شک میں غافل اور بے پرواہ ہیں۔ یہ لوگ ازروںے انکار پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا؟

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (۱۳)

ہاں یہ دن ہے کہ یہ آگ پر الٰئے سیدھے ہیں گے۔

ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ (۱۴)

اپنی سزا کا مزہ چکھویں ہی جس کی تم جلدی مچار ہے تھے۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے اس دن تو یہ آگ میں پائے جائیں گے جس طرح سونا تپایا جاتا ہے۔ یہ اس میں جیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا مزہ چکھو اپنے کرتوں کے بدالے برداشت کرو۔

پھر ان کی اور زیادہ تھارت کے لئے ان سے بطور ذات ذپت کے کہا جائے گا یہی ہے جس کی جلدی مچار ہے تھے کہ کب
انے کا اولاد علم۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (۱۵)

بے شک تقویٰ والے لوگ ہشتاؤں میں اور چشماؤں میں ہوں گے۔

آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ...

ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اسے لے رہے ہوں گے

إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ (۱۶) ...

وہ تو اس سے پہلے ہی نیک کا رجھے

مطلوب ہے کہ منقی لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں حاصل کر رہے ہوں گے۔
اس سے پہلے وہ بھلائی کے کام کرنے والے تھے یعنی دنیا میں جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان آجتوں میں فرمایا:

كُلُوا وَاشْرِبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيةَ (69:24)

دار دنیا میں تم نے جو نیکیاں کی تھیں ان کے بد لے اب تم یہاں شوق سے سہتا پہتا کھاتے پیتے رہو۔

قیام اللیل اور سحری کی فضیلت:

كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ (۱۷)

وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ یہاں ان کے عمل کے اخلاص یعنی ان کے احسان کی تفصیل یا ان فرمرا رہا ہے کہ یہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں نافیٰ ہے تو بقول حضرت ابن عباسؓ یہ ہو گا کہ ان پر کوئی ایسی رات نہ گزارتی تھی جس کا کچھ حصہ یادِ الہی میں نہ گزارتے ہوں۔ خواہ اول میں کچھ نوافل پڑھ لیں پڑھ لیں خواہ درمیان میں یعنی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی وقت نماز عموماً ہر رات پڑھ لیا کرتے تھے ساری رات سوتے سوتے نہیں گزارتے تھے۔

حضرت ابوالعلاءؓ فرماتے ہیں یہ لوگ مغرب عشاء کے درمیان کچھ نوافل پڑھ لیا کرتے تھے۔

امام ابو جعفر باقرؑ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ **ما** یہاں پر موصولہ ہے۔ یعنی انکی نیدرات کی کم تھی کچھ سوتے تھے کچھ جائے تھے اور اندر دل لگ گیا تو صحی ہو جاتی تھی اور پھر پھیل راست کو جاتا باری میں گزر کر تو پہ استغفار کرتے تھے۔

حضرت اخف بن قیسؓ اس آیت کا یہ مطلب بیان کر کے پھر فرماتے تھے افسوس مجھ میں یہ بات نہیں۔

اپ کے شاگرد خواجہ حسن بھریؓ کا قول ہے کہ اپ اکثر فرمایا کرتے تھے جنتیوں کے جو اعمال اور جو صفات بیان ہوئے ہیں جب کبھی اپنے اعمال و صفات کو ان کے مقابلے میں رکھتا ہوں تو بہت کچھ فاصلہ پاتا ہوں لیکن الحمد للہ دوزخیوں کے عمل کے بالمقابل جب میں اپنے عمل کو لاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ تو بالکل ہی خیر سے خالی تھے وہ کتاب اللہ کے مکرزوہ رسول اللہ کے مکرزوہ موت کے بعد زندگی کے مکر۔

حضرت زید بن اسلمؓ سے قبیلہ بنو قیم کے ایک شخص نے کہا۔ ابو عبلہ یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں ہم تو بہت کم وقت عبادت اللہ میں گزرتے ہیں تو اپ نے فرمایا وہ شخص بھی بہت خوش نصیب ہے جو نیند آئے تو سو جائے اور جائے تو اللہ تعالیٰ سے ذر تار ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب شروع شروع رسول اللہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ اپ کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے میں اس مجمع میں تھا و اللہ اپ کے مبارک پھرے پر لگاہ پڑھتے ہی اتنا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول کریمؐ کی سیرتے کان میں پڑی یہ تھی کہ اپ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ

أَطْعِمُوا الطَّعَامَ،

وَصَلُوْا الْأَرْحَامَ،

وَأَفْشُوا السَّلَامَ،

اَلَّا كُوكَحَانَا كَلَّا تَتَرَبَّعَ رَبُّوا وَرَسَلَ رَحْمَى كَرَتَتْ رَبُّوا وَرَسَلَ كَيَا كَرَوْ

وَصَلُوْا بِاللَّئِلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، ثَدْخُلُوا الْجَهَةَ بِسَلَامٍ

اور اتوں کو جب لوگ سوچے ہوئے ہوں تم نماز ادا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

منداحمد میں رسول اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْجَهَةِ غُرَّفًا يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا

جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔

یعنی کرامہ اشعری نے فرمایا رسول اللہ یہ کین کے لئے ہیں؟ فرمایا:

لِمَنْ

أَلَانَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ،

ان کے لئے جو زم کلام کریں اور دوسروں کو مکھلاتے پلاٹتے رہیں اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یعنی نمازیں پڑھتے رہیں۔
حضرت زہری اور حضرت حسن فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کا اکثر حصہ تجویز اری میں نکالتے ہیں۔
حضرت ابن عباس اور ابراء بن جعفر فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ رات کا بہت کم حصہ وہ سوتے ہیں۔
حضرت صحابہ کا سماق لیلا کو اس سے پہلے کے بھلے کے ساتھ ملاٹتے ہیں اور من لیل سے ابتداء تلاٹتے ہیں لیکن اس قول میں بہت دوری اور تکلف ہے۔

وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (۱۸)
اور آخری رات میں استغفار کیا کرتے تھے۔

پھر اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے بھر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں۔
مجاہد فرماتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں۔
اور مفسرین فرماتے ہیں راتوں کو قیام کرتے ہیں اور صبح ہونے کے وقت اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں جیسے اور جگد فرمان باری ہے:

وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ (۳:۱۷)

بھر کے وقت یا لوگ استغفار کرنے لگ جاتے ہیں۔

اگر یہ استغفار نماز ہی میں ہو تو بھی بہت اچھا ہے۔

صباح ستہ میں صحابہ کی ایک جماعت کی کلی روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول مقبول نے فرمایا:
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَنْزُلُ كُلَّ لَيْلَةً إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَيَقُولُ:
هَلْ مِنْ شَائِبٍ فَأُنْوَبَ عَلَيْهِ.

جب آخر تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کوئی گھنگار ہے جو تو پکرے اور میں اسکی توبہ قبول کروں۔

هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرَ فَأَغْفِرَ لَهُ.
ہل من سائل فیعطی سؤله؟ حتی يطلع الفجر

کوئی استغفار کرنے والا ہے؟ جو استغفار کرے اور میں اسے بخشوں
کوئی مانگنے والا ہے جو مانگنے اور میں اسے دوں۔
فجر کے طلوع ہونے تک بیکی فرماتا ہے۔

اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ نبی اللہ حضرت یعقوب نے اپنے لوگوں سے جو فرمایا تھا کہ سو ف استغفار لکم رسی (۱۲:۹۸) میں غفرنی بہت ہمارے لئے استغفار کروں گا تو انہوں نے استغفار کو وقت سختیک کے لئے ملتوی کیا تھا۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلْسَائِلِ وَالْمَحْرُومِ (۱۹)

اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور رسول سے بچنے والوں کا حق تھا

ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں یہ نمازی ہیں اور حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حق بھی نہیں بخواہت، رکونیں دیتے ہیں سلوک احسان اور صدرحی کرتے ہیں۔ اسکے مال میں ایک مقررہ حصہ مانگنے والوں اور ان حقداروں کا ہے جو سوال سے بچتے ہیں۔

ابوداؤد میں ہے رسول کریمؐ فرماتے ہیں:

سائل کا حق ہے کو وہ گھوڑے سوار ہو۔

محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو خدا کے پاس کوئی کام کا جریدہ ہو صنعت و حرفت یاد نہ ہو۔ جس سے روزی کمائے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتیں ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہے لیکن انہیں پاتے کہ انہیں کافی ہو جائے۔

حضرت شحناکؓ فرماتے ہیں وہ شخص جو مالدار تھا لیکن مال اسکا تباہ ہو گیا۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِالظَّوَافِ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأَقْمَةُ وَالْأَقْمَانُ وَالثَّمْرَةُ وَالثَّمْرَانُ، وَلَكِنَ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غُنْيًّا يُعْتَنِيهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيَتَصَدَّقَ عَلَيْهِ

مسکین وہ نہیں جو چکر لگاتے رہتے ہیں اور جنہیں ایک دو لمحے یا ایک دو سمجھو یہی تم دے دیا کرتے ہو بلکہ حقیقاً وہ لوگ مسکین ہیں جو انہیں پاتے کہ انہیں حاجت نہ ہے نہ اپنے حال و تعالیٰ ایسا رکھتے ہیں کہ کسی پر ایکی حاجت و افلس ظاہر ہوا اور کوئی انہیں صدق دے۔ بخاری و مسلم

امام ابن حجرؓ فرماتے ہیں **محروم** وہ ہے جس کے پاس مال نہ رہا ہو خواہ وجہ کچھ بھی ہو۔ یعنی حاصل ہی نہ کر سکا ہو اس کا نہ کامیابی نہ ہو یا کام ہی نہ چلتا ہو کسی افت کے باعث تجویز شدہ مال شائع ہو گیا ہو۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ (۲۰)

یقین والوں کے لیے توزیں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بھی بہت سے نشانات قدرت موجود ہیں جو خالق کی عظمت و عزت، بیعت و جلالت پر دلالت کرتے ہیں یہ کیھو کسی طرح اس میں حیوانات اور بناたات کو پھیلا دیا ہے اور کس طرح پھاڑوں اور میداںوں سمندروں اور دریاؤں کو رواں کیا ہے۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَا لَا تُبْصِرُونَ (۲۱)

اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو

پھر انسان پر نظر ڈالوں کے زبانوں کے اختلاف کو ان کے رنگ روپ کے اختلاف کو ان کے ارادوں اور قوتوں کے اختلاف کو ان کی عقل و فہم کے اختلاف کو ایکی حرکات و سکنات کو ایکی بھی بدی کو دیکھو ایکی بناوٹ پر غور کرو کہ ہر عضو کیسی مناسب جگہ ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا خود تمہارے وجود میں ہی اسکی بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

حضرت قادوہ فرماتے ہیں جو شخص اپنی پیدائش میں غور کر لے گا، اپنے جزوں کی ترتیب پر نظر ڈالے گا وہ یقین کرے گا کہ بے شک اسے اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے اور اپنی عبادت کے لئے ہی بنا لیا ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا ثُوَدُونَ (۲۲)

اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ۲ سال میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۲ سال میں تمہاری روزی ہے یعنی بارش اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی جنت۔

حضرت واصل احبابؒ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا میرا رزق تو ۲ سالوں میں ہے اور میں اسے زمین میں تلاش کر رہا ہوں؟ یہ کہہ کر یقینی چھوڑی اور جنگل میں چلتے گئے۔

تین دن تو انہیں کچھ بھی نہ ملا لیکن تیسرا دن دیکھتے ہیں کہ ترکھوروں کا ایک خوشائی کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ان کے بھائی جوان سے بھی زیادہ خلاص اور نیک نیت تھے یہ بھی اسکے ساتھ ہی تھے دونوں بھائی آخری دن تک اسی طرح جنگلوں میں ہی رہے۔

فَوَرَبُّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌ مَّتَّلِعٌ مَا أَنْكُمْ تَنْطَفِعُونَ (۲۳)

۲ سال و زمین کے پروردگار کی قسم کہ یہ بالکل برق ہے ایسا ہی جیسے کہ تم باہمیں کرتے ہو۔

اللہ کریم خود اپنی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میرے جو وعدے ہیں مثلاً قیامت کا، وہ بارہ زندہ کیا جانے کا، جزا اسرا کا ای یقیناً سراسر پچھے اور قطعاً بے شکہ ہو کر رہنے والے ہیں۔ جیسے تمہیں تمہاری زبان سے لٹکے ہوئے الفاظ میں بے شک نہیں ہوتا اسی طرح تمہیں ان میں بھی کوئی شک ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

حضرت معاویہ جب کوئی بات کہتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ انہیں برداشت کرے جو اللہ تعالیٰ کی قسم کو بھی نہ مانیں۔

واقعہ ابراہیم کے مہمانوں کا:

هَلْ أَتَكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ (۲۴)

کیا تمہیں ابراہیم کے معز زمہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟

یہ واقعہ سورہ ہود اور سورہ چور میں میں بھی گزر چکا ہے۔ یہ مہمان فرشتے تھے جو علی انسانی میں آئے۔

إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ ...

وہ جب ان کے ہاں آئے اور سلام کیا اور ابراہیم نے جواب سلام دیا

انہوں نے سلام کیا جس کا جواب خلیل اللہ نے بڑھا کر دیا۔ اس کا ثبوت دوسرا سلام پر دو پیش کا ہونا ہے اور یہی فرمان باری تعالیٰ ہے فرماتا ہے:

وَإِذَا حَيَّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُوا بِأَحْسَنِ مِنْهَا أُوْ رُدُّوهَا (4:86)

جب کوئی تمہیں سلام کرے تو تم اس سے بہتر جواب دو یا کم از کم اتنا ہی۔

پس خلیل اللہ نے افضل صورت کو اختیار کیا۔

... قَوْمٌ مُنْكَرُونَ (۲۵)

اور کہا یہ تو اجنبی لوگ ہیں

حضرت ابراہیم چونکہ اس سے ناواقف تھے کہ دراصل فرشتے ہیں اس لیے کہا کہ یہ لوگ ناشناس ہیں۔

یہ فرشتے حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل تھے جو خوبصورت نوجوان انسانوں کی خلیل میں آئے تھے اسکے پیروں پر نیبت اور جلال تھا۔

فَرَاغْ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينَ (۲۶)

پھر چپ چاپ جلدی جلدی اپنے گھروالوں کی طرف گئے اور ایک فرب پچھرے کا گوشت لائے

فَقَرَبَ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ (۲۷)

اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا 2 آپ کھاتے کیوں نہیں؟

حضرت ابراہیم اب ان کے لئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چپ چاپ بہت جلد اپنے گھروالوں کی طرف گئے اور ذرا سی دیر میں تیار پچھرے کا گوشت بھنا بھنا یا ہوا لے آئے اور اسکے سامنے اسکے قریب رکھ دیا اور فرمایا آپ کھاتے کیوں نہیں؟

اس سے ضیافت کے آداب معلوم ہوئے مہمان سے پوچھنے بغیر ہی ان پر شروع سے احسان رکھنے کے پہلے ہی آپ چپ چاپ انہیں خبر کے بغیر چلے گئے اور بیجات بہتر سے بہتر جو چیز پائی اسے تیار کر کے لے آئے۔ تیار فرپکم عمر پھرے کا بھنا ہوا کوشت لے آئے اور کچیں اور کھکھل کر مہماںوں کی سمجھنے تاں دیکی بلکہ انکے سامنے ان کے پاس لا رکھا۔

پھر انہیں یہ نہیں کہتے کہ کھاؤ کیونکہ اس میں بھی ایک حکم پایا جاتا ہے بلکہ نہایت تواضع اور پیار سے فرماتے ہیں آپ تاوال فرمانا کیوں شروع نہیں کرتے؟ جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ آگرا پر فضل و کرم احسان و سلوک کرنا چاہیں تو کہجئے۔

فَأُوجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ...

پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے۔

قَالُوا لَا تَخْفُ وَبَشِّرُوهُ بَطْلَامَ عَلِيمَ (۲۸)
انہوں نے کہا آپ خوف نہ کہجئے۔

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ فلیل اللہ اپنے دل میں ان سے سے خوفزدہ ہو گئے جیسے کہ اور آہت میں ہے:

فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيهِمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكَرَهُمْ وَأُوجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً (۱۱:۷۰)

آپ نے جب دیکھا کہ انکے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہیں تو وہشت زدہ ہو گئے اور دل میں خوف کھانے لگے۔

اس پر مہماںوں نے کہا ذر و مث هم اللہ کے یتیح ہوئے فرشے ہیں جو قوم اوط کی ہلاکت کے لئے آئے ہیں۔

آپ کی یہوی صاحب جو کھڑی ہوئی سن رہی تھیں وہ یہ سن کر نہیں دیں تو فرشتوں نے انہیں خوبخبری سنائی کہ تمہارے ہاں حضرت اسحاق پیدا ہوں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب۔

اس پر یہوی صاحب کو تعجب ہوا اور کہا ہائے افسوس اب میرے ہاں بچے کیسے ہو گا؟ میں تو بڑھیا ہو گئی ہوں اور میرے پر شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو گئے ہیں یہ سخت تر تعجب کی چیز ہے۔

فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے کاموں سے تعجب کرتی ہو؟ خصوصاً تم جیسی ایسے پاک گھرانے کی عورت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تیریوں کے لائق اور بڑی بزرگی اور اعلیٰ شان والا ہے۔

یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ بشارت حضرت ابراہیم کو دی اور اس سے پہلے کی آہت میں ہے کہ بشارت آپ کی یہوی صاحب کو دی۔ تو مطلب یہ ہے کہ دونوں کو بشارت دی گئی کیونکہ بچے کا ہونا دونوں کی خوشی کا موجب ہے۔

فَأَفْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ (۲۹)

پس اسکی یہوی نے حیرت میں آ کر اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ ہی باتجھ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بشارت سن کر آپ کی یہوی صاحب کے منہ سے زور کی آواز بالکل گئی اور اپنے ہمیں دو بہتر مار کر اسی تعجب و غریب خبر کو سن کر حیرت کے ساتھ کہنے لگیں کہ جوانی میں تو میں بانجھ رہی اب میاں یہوی دونوں پورے بوڑھے ہو گئے تو مجھے جمل پھرے گا؟

قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ ...

انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمادیا ہے۔

... إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ (۳۰)

كَجْهَ شَكْ نَبِيْشْ كَوْهْ بَهْتْ بَرْزِيْ حَكْمَتْ وَالَا وَرْ كَامْ عَلْمْ وَالَا بَهْ.

اس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ یہ خوشخبری کچھ ہم اپنی طرف سے نہیں دے رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ ہم تمہیں یہ خبر پہنچا دیں وہ حکمت وala اور علم والا ہے۔ تم جس عزت و کرامت کے متعلق ہو وہ خوب جانتا ہے اور اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ نہ اس کا کوئی فرمان حکمت سے خالی ہے۔

حَضْرَتُ إِبْرَاهِيمَ كَفَرْ شَتُوْنَ سَے سَوْالٌ:

پہلے یہاں ہو چکا ہے کہ جب ان نو وار وہمانوں سے حضرت ابراہیم کا تعارف ہوا اور وہشت جاتی رہی بلکہ انکی زبانی ایک بہت بڑی خوشخبری بھی سن پچھے اور اپنی برداہی رب ترسی اور درود مندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں قوم لوٹکی غفارش بھی کر پچھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کے حقیقی وعدے کا اعلان بھی سن پچھے ان کے بعد جو ہوا اسکا یہاں یہاں ہو رہا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ (۳۱)

اس پر حضرت ابراہیم نے کہاے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتوں تھمارا کیا مقصد ہے؟

حضرت ظلیل اللہ نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس مقصد سے ہے یہیں؟

قَالُوا إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَى قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ (۳۲)

انہوں نے جواب دیا کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں

لِتُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ (۳۳)

تاکہ ہم ان پر سکندر یاں برسائیں۔

مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرَفِينَ (۳۴)

جو تیرے رب کی طرف سے ان حد سے گزر جانے والوں کے لیے نامزد ہو چکے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ قوم لوٹ کے گنہگاروں کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے ہمیں بھیجا گیا ہے ہم ان پر سکندر باری اور چھراڈ کریں گے۔ ان پچھروں کو ان پر سماں کیسی گے جن پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے ہی ان کے نام لکھے جا پکے ہیں اور ہر ہر گنہگار کے لیے الگ الگ پھر مقرر کر دیے گئے ہیں۔

سورہ عکبوت میں گزر چکا ہے کہ یہ سن کر حضرت فلیل اللہ نے فرمایا کہ وہاں تو حضرت لوٹ ہیں پھر وہ بھتی کی بھتی کیے غارت کردی جائے گی؟

فرشتوں نے کہا اس کا علم ہمیں بھی ہے، ہمیں حکمل چکا ہے کہ ہم انہیں اور ان کے ساتھ کے اور انکے گھرانے کے تمام ایمان داروں کو چالیں ہاں اگئی یوں نہیں پھیل سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بد لے ہلاک کر دی جائے گی۔

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۳۵)

پس جتنے ایماندار وہاں تھے ہم نے انہیں نکال دیا۔

اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس بھتی میں جتنے بھی مومن تھے سب کو چالایا گیا۔ اس سے مراد حضرت لوٹ اور انکے گھرانے کے لوگ ہیں سوائے اگئی یوں کے جو ایمان نہیں لائی تھی۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ (۳۶)

اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر پایا۔

چنانچہ فرمادیا گیا کہ وہاں سوائے ایک گھر کے اور گھر مسلمان تھا ہی نہیں۔

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (۳۷)

اور وہاں ہم نے ان کے لیے جو در دنگ عذاب کا ذر رکھتے ہیں ایک کامل علامت چھوڑی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی شادوں آباد بستیوں کو عذاب سے بر باد کر کے انہیں سڑھے ہوئے بد بودار گھندر بنا دینے میں مومنوں کے لیے عبرت کے پورے سامان ہیں جو عذاب الہی کا ذر رکھتے ہیں وہ اس نمون کو دیکھ کر اور اس زبردست نشان کو ملاحظہ کر کے پوری عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

قوم فرعون کا انجام:

وَفِي مُوسَى إِذْ أَرْسَلَنَا إِلَى فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ (۳۸)

موئی کے قصے میں بھی ہماری طرف سے تعبیر ہے جب کہ ہم نے اسے فرعون کی طرف کھلی سندھے کر بھیجا۔

فَتَوَلَّى بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ (۳۹)

پس اس نے اپنے بل بوتے پر منہ موز اور کہنے لگا یہ جاؤ گر ہے یاد یوانہ ہے۔

فَلَأَخْذُنَاهُ وَجَنُودَهُ فَبَدَنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ (۴۰)

بالآخرہ نے اسے اور اس کے شکروں کو اپنے عذاب میں پکڑ کر دریا میں ڈال دیا
وہ تھا ہی ملامت کے قابل۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح قوم الوط کے انجام کو کچھ کرو لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں، اسی قسم کا فرعون بھوں کا واقعہ ہے۔ ہم نے اگلی طرف اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں اور واضح برہان دے کر بھیجا، لیکن انکے سردار فرعون نے جو تکبیر کا مجسم تھا حق کے مانع سے عناو دیا اور تمارے فرمان کو بے پرواہی سے ٹال دیا، اس اللہ تعالیٰ کے ذمہ نے اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ پر اپنے راجحکار کے بل بوتے پر رب کے فرمان کی عزت نہ کی اور اپنے والوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت موسیٰ کی ایذ ارسانی پر اترنا یا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یا توجادوگر ہے یاد یواد ہے۔ پس اس ملائی کا فرقا جو تکبیر شخص کو ہم نے اس کے لاؤ تکبیر سیست دریا پر دکرو دیا۔

قوم عاد کا انجام:

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ (۴۱)

اسی طرح عادیوں پر بھی جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔

مَا تَدْرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْنَاهُ كَالرَّمِيمَ (۴۲)

وہ جس چیز پر گزرتی تھی اسے بو سیدہ ہدی کی طرح چورا چورا کر دیتی تھی۔

اسی طرح عادیوں کے سراسر عبرت ناک و اتفاقات بھی تمہارے گوش گزار ہو چکے جنکی سیاہ کاریوں کے وبا میں ان پر بے برکت ہوا کیں بھیجی گئیں، جن ہواویں نے سب کے جلیے بگاڑ دیے۔ ایک لپس جس چیز کو لوگ گئی وہ گلی سڑی ہدی کی طرح ہو گئی۔
یہ ہوا کیں جنو بی تھیں۔
حضرت فرماتے ہیں:

أَصِرْتُ بِالصَّبَّابَا وَأَهْلَكْتُ عَادًا بِالدَّبَّورِ

میری مدشتری ہواویں سے کی گئی ہے اور عادی مغربی ہواویں سے بلاک ہوئے ہیں۔

قوم ثمود کا انجام:

وَفِي ثَمُودَ إِذْ قَبَلَ لَهُمْ ثَمَنَّعُوا حَتَّىٰ حَيْنَ (۴۳)

اور ثمود کے قصے میں بھی عبرت ہے جب ان سے کہا گیا کہ تم کچھ دنوں فائدہ اٹھا لو۔

محیک اسی طرح مُودیوں کے حالات پر اور انکے انعام پر غور کرو کہ ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک وقت مقررہ تک قوم فائدہ الحماد جیسے اور جگہ فرمایا ہے:

وَأَمَّا تُمُودُ فَهَدَيْتُهُمْ فَاسْتَحْبُوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى فَأَخَذْتُهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْمُهُونَ (۴۱:۱۷)

رہبے مُودی سوہم نے انکی بھی رہبری کی پھر بھی انہوں نے ہدایت پر انہوں پے کو ترجیح دی جس بنا پر انہیں سراپا ذلت کے عذاب آسمانی نے انکے کروتوں کے باعث پکڑ لیا۔

فَعَتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذْتُهُمْ الصَّاعِقَةَ وَهُمْ يَنظَرُونَ (۴۴)

لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم کی سرتاسری کی جس پر انہیں ان کے دیکھتے تیر و تند کڑا کے نے ہلاک کر دیا۔

فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ (۴۵)

پس نہ تو وہ کھڑے ہو سکے اور نہ بدلتے سکے۔

مُودیوں کہ ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے ہدایت پر انہوں پے کو پسند کیا، جس کے باعث ذلت کے عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کے پتے پانی کر دیے اور کلیچے چھار دینے یہ صرف انکی سرتاسری نافرمانی اور سیاہ کاری کا بدله تھا، ان پر انکے دیکھتے ہوئے عذاب اللہ آگیا۔ تین دن تک تو یہ انتظار میں رہے عذابوں کے آثار دیکھتے رہے آخوند چوتھے دن صحیح رجح رکاوے کا عذاب آپ اخواں باختہ ہو گئے۔ کوئی تمیز نہ بن بڑی۔ اتنی بھی مہلت نہ ملی کہ کھڑے ہو کر بھاگنے کی کوشش تو کرتے یا کسی اور طرح اپنے بجاوے کی کچھ تو فکر کر سکتے۔

وَقَوْمٌ ثُوحٌ مِّنْ قَبْلِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ (۴۶)

اور نوح کی قوم کا بھی اس سے پہلے یہی حال ہو چکا تھا وہ بھی بڑے نافرمان لوگ تھے۔

اسی طرح ان سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب پچھے پھیلی ہے اپنی بدکاری اور کھلی نافرمانی کا خیاڑہ وہ بھی بھگت پھیلی ہے۔

یہ تمام مفصل واقعات فرعونیوں کے عادیوں کے مُودیوں کے اور قوم نوح کے اس سے پہلے کئی کئی سورتوں کی تفسیر میں کئی بار بیان ہو چکے واللہ اعلم۔

اللہ کی قدر تینیں:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ (۴۷)

۲ سماں کو ہم نے اپنی قدرت و قوت سے بنایا ہے اور یقیناً ہم کشاوگی کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے پیدا کیا ہے اسے محفوظ اور بلند چھت بنادیا ہے۔
حضرت ابن عباسؓ مجاهد قادہؓ ثوری اور بہت سے مفسرین نے یہی کہا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اپنی قوت سے بنایا ہے اور
ہم کشاوگی والے ہیں۔

اس کے کنارے ہم نے کشاووے کیے ہیں اور بے سیون اسے کھڑا کر دیا ہے اور قائم رکھا ہے۔

وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ (۴۸)

اور زمین کو ہم نے فرش بنادیا ہے۔ پس ہم بہت ہی اچھے بچانے والے ہیں۔

زمین کو ہم نے اپنی مخلوقات کے لیے پیچونا بنادیا ہے اور بہت ہی اچھا پیچونا ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لِعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۴۹)

اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

تمام مخلوق کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے جیسے آسمان زمین دون رات سورج چاند، دنکلی تری، اجالا اندھیرا، ایمان کفر،
موتیات بدی یکی جنت دوزخ، یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کے بھی جوڑے ہیں۔

یا اس لیے کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔

فَإِنَّ اللَّهَ إِنَّمَا لَكُمْ مُّنْهَى نَذِيرٌ مُّبِينٌ (۵۰)

پس تم اللہ کی طرف بھاگ دوڑ (یعنی رجوع) کرو

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ...

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ تھبہ راوی

... إِنَّمَا لَكُمْ مُّنْهَى نَذِيرٌ مُّبِينٌ (۵۱)

بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلاڑ رانے والا ہوں۔

تم جان لو کہ ان سب کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ بے شریک ہے اور یقیناً ہے۔

پس تم اس کی طرف دوڑا اپنی توجہ کا مرکز صرف اسی کو بناؤ اپنے تمام کاموں میں اسی کی ذات پر اعتماد کرو میں تو تم سب کو صاف
صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔ خبر وار اللہ کے ساتھ کسی کے شریک نہ تھبہ رانا۔ میرے سکھم کھلاخوف دلانے کا لحاظ رکھنا۔

كَذَلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مَنْ رَسُولٌ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ (۵۲)

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس بھی جو رسول آیا انہوں

نے کہہ دیا کہ یا تو یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔

أَتَوَاصُوا بِهِ بَلْ هُمْ طَاغُونَ (٥٣)

کیا یہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی موسیٰ کی دینے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ کفار جو آپ کو کہتے ہیں وہ کوئی نبی بات نہیں ان سے پہلے کے کافروں نے بھی اپنے زمانہ کے رسولوں سے بھی کہا ہے۔ کافروں کا یہ سلسلہ یوں ہی چلا آیا ہے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کر کے جاتے ہوں۔ حق تو یہ ہے کہ سرکشی اور سرتاسری میں یہ سب یکساں ہیں اس لیے جو بات پہلے والوں کے مدد سے نکلی وہی اگلی زبان سے نکلتی ہے کیونکہ سخت دلی میں سب ایک سے ہیں۔

فَتُولَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمُلُومٍ (٥٤)

تو ان سے منہ پھیر لے تجھ پر کچھ از رام نہیں۔

وَذَكْرُ فِيَنَ الْذِكْرِي تَنْفُعُ الْمُؤْمِنِينَ (٥٥)

ہاں تو نصیحت کرتا رہ یقیناً یہ نصیحت ایمان داروں کو نفع دے گی۔

پس آپ جہنم پوشی کیجئے یہ مجنون کہیں جاؤ گر کہیں، آپ صبر و سہار سے سن لیں، ہاں نصیحت کی تبلیغ نہ چھوڑیے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں پہنچائے چلے چاہیے جن دلوں میں ایمان کی قبولیت کاما دہ ہے وہ ایک نہ ایک روز را ہ پر لگ جائیں گے۔

انسانوں اور جنوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ (٥٦)

میں نے جنات اور انسانوں کو حض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو کسی اپنی ضرورت کے لیے نہیں پیدا کیا بلکہ صرف اس لیے کہ میں انہیں نفع کے لیے اپنی عبادت کا حکم دوں وہ خوبی ناخوشی میرے معبدوں برحق ہونے کا اقرار کریں مجھے پہنچا نہیں۔

حضرت مددی فرماتے ہیں بعض عبادتیں نفع دیتی ہیں اور بعض عبادتیں بالکل نفع نہیں پہنچاتیں جیسے قرآن میں ایک جگہ ہے:

وَلَئِنْ سَأَلَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَوْلَنَ اللَّهُ (٢٩:٦١)

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ۔

کو یہ بھی عبادت ہے گورنمنٹ کو کام نہ آئے گی۔

غرض عاشر سب یہن خواہ عبادت ان کے لیے نافع ہو یا نہ ہو۔

حضرت صحابہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مسلمان انسان اور ایمان والے جنات ہیں۔

مَا أَرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أَرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونَ (۵۷)

نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھائیں۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْفُوَّةِ الْمَتَّيْنُ (۵۸)

اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رسان تو اناتی والا اور زور آور ہے۔

مندرجہ کی حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ نے یوں پڑھایا ہے:

إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْفُوَّةِ الْمَتَّيْنُ

یہ حدیث ابو داؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ ...

پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی ان کے ساتھیوں کے حرص کی مثل حصہ ملے گا

غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اب اسکی عبادت یکسوئی کے ساتھ جو بجالائے گا، کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا اسے پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا۔ اور جو اسکی نافرمانی کرے گا اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا وہ بدترین سزا میں بھگتے گا۔

اللہ کسی کامیاب نہیں بلکہ کل مخلوق ہر حال اور ہر وقت میں اس کی پوری محتاجت ہے، بلکہ محض بے دست و پا اور سرفقیر ہے۔
خالق رازق اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مندرجہ میں حدیث قدسی ہے:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ

تَقْرَعُ لِعِبَادَتِي أَمْلأُ صَدْرَكَ غَلَّيْ وَأَسْدُّ فَقْرَاكَ، وَإِنَّا نَقْعَلُ، مَلَأْتُ صَدْرَكَ شَعْلًا وَلَمْ أَسْدُّ فَقْرَاكَ

ا۔ ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں تیرا سید تو نگری اور بے نیازی سے پر کروں گا اور تیری فقیری روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بندنہ کروں گا۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

حضرت پیر حضرت بوائز فرماتے ہیں کہ آپ نے ہمیں دعا دی اور فرمایا:

سرپل جانے تک روزی سے ما یوس نہ ہونا ویکھو انسان جب پیدا ہوتا ہے ایک سرخ بولی ہوتا ہے بدن پر ایک چھلکا بھی نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ دیتا ہے۔ مندرجہ

بعض آسمی کتابوں میں ہے:

اے ابن آدم میں نے تجھے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے پس تو اس سے غفلت نہ کر تیرے رزق کا میں خامن ہوں تو اس میں بے جا تکلیف نہ کر مجھے دھوندتا کر مجھے پالے۔ جب تو نے تجھے پالیا تو یعنی مان کر تو نے سب کچھ پالیا۔ اور اگر میں تجھے نہ ملا تو تم بھائیاں تو کھوچ کا۔ سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہوئی چاہیے۔

... فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ (۵۹)

لہذا وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے یہ کافر میرے عذابوں کو جلدی کیوں مانگ رہے ہیں؟ وہ عذاب تو انہیں اپنے وقت پر پہنچ کری رہیں گے جیسے ان سے پہلے کے کافروں کو پہنچے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ (۶۰)

پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی ان کے ساتھیوں کے حصہ کی مثل حصہ ملے گا

قیامت کے دن جس دن کا ان سے وعدہ ہے انہیں بڑی خرابی ہوگی۔



© Copy Rights:
Zahid Javed Rana, Abid Javed Rana
Lahore, Pakistan
www.quran4u.com